# النور جون ا ۲۰۱۴ء

ختمِ نبوت کی داعی واحد جماعت

حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، نہ نیا نہ پُرانا

## مدیران
شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

**اردو نشریات ۔ ہر اتوار صبح ۱۰:۰۰ بجے**

**سکائپ آئی ڈی lahori-ahmadi**

## خبریں

**وفات**

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا عَلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

پروفیسر احمدی، صدر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (انڈونیشیا شاخ) ۲۷ مئی ۲۰۱۴ء کو وفات پا گئے۔ اُسی روز جماعت کے قبرستان میں اُن کی تدفین کی گئی۔

## الیکشن

۳ مئی ۲۰۱۴ء بروز اتوار جماعت کا سالانہ جلسہ اور الیکشن تھے۔ الیکشن میں صدرِ جماعت محترمہ مسز جمیلہ خان صاحبہ نے ۴۰ سال جماعت کی خدمت کے بعد ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔ دُعا ہے کہ خداتعالیٰ اُن کو بحیثیت صدر جماعت کی اِس لمبی اور مخلص خدمت کا بہت بہت اجر دے۔ (آمین)

نئی مُنتظمہ کے نام درج ذیل ہیں۔

صدر شاہد عزیز صاحب
سیکریٹری مشتاق علی صاحب
خزانچی اظہرالدین احمد صاحب

## نشریات

www.virtualmosque.co.uk پر

جمعہ : ۱۳:۰۰ بجے

درس: بعد از جمعہ ۱۴:۰۰

ماہانہ مجلس: ۱۵:۰۰

عیدین: ۱۱:۰۰ بجے اور پنجاب ریڈیو (سکائی چینل ۰۱۳۰) پر ۱۳:۰۰ تا ۱۴:۰۰ بجے

---

دیگر ممبران ناصر احمد صاحب، راس محمود صاحب اور یحیٰ ثاقب صاحب

تمام ممبران سے کمیٹی کے ساتھ بھرپور تعاون کی درخواست کی جاتی ہے۔

محترمہ جمیلہ خان صاحبہ کو جماعت کا تاحیات پیٹرون مقرر کیا گیا۔

اِس کے علاوہ بجٹ کے بعد جماعت کے کام کی رپورٹ پیش کی گئی اور اکاؤنٹ منظور کیے گئے۔

## تبلیغی دورے

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید اور سیکرٹری جنرل محترم عامر عزیز صاحب مُختلف مشرقی ممالک کے دورے کر کے واپس پاکستان پہنچ چکے ہیں۔

شاہد عزیز صاحب، ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب اور اُن کی اہلیہ محترمہ فوقیہ عزیز صاحبہ ہالینڈ اور سرینام کے کامیاب دوروں کے بعد واپس پہنچ چکے ہیں۔ الحمداللہ

اِن کامیاب دوروں کی تفصیلات اگلے شماروں میں شائع کی جائیں گی۔ انشااللہ

اِسلام انسانیت سے محبت سِکھاتا ہے۔

# کلامِ امام

## حضرت مرزا غلام احمدؑ

اور دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خداتعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خداتعالیٰ اس سے نزدیک ہوجاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہوکر خداتعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہوکر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خداتعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کہ وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اگر قحط کے لئے بددعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہوچکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہوجاتی ہے۔

(برکات الدعا)

# مولوی محمد علی جناح

میرے کمرے میں قائداعظم کی جو تصویر آویزاں ہے اس میں قائد کا چہرہ کلین شیو ہے، انہوں نے تھری پیس سوٹ پہنا ہے اور ہاتھ میں سگار ہے، تاہم میرے ایک دوست کی خواہش ہے کہ میں قائد کی تصویر تبدیل کردوں اور اس کی جگہ شیروانی اور جناح کیپ والی پورٹریٹ آویزاں کروں، یہی نہیں بلکہ ان کے ہاتھ سے سگار بھی ''چھین'' لوں اور ان کے چہرے پر داڑھی بڑھا کر نیچے ''مولوی محمد علی جناح'' لکھ دوں۔ یہ خواہش صرف میرے دوست کی ہی نہیں بلکہ ہر اس شخص کی ہے جو اس ملک میں قائد کے ویژن کی بجائے اپنی مرضی کا نظام نافذ کروانا چاہتا ہے، اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان دوستوں کے اکابرین وہی ہیں جنہوں نے سرے سے پاکستان کے قیام کی مخالفت کی اور قائداعظم کو ''کافراعظم'' کہا۔

جن صاحب کو ہم قائداعظم محمد علی جناح کے نام سے جانتے ہیں انہوں نے لنکن اِن میں محمد علی جناح کے نام سے داخلہ لیا تاہم بعد ازاں درخواست لکھ کر اپنا نام تبدیل کرکے فقط ''جناح'' رکھ لیا۔ ایک زمانے میں اسی جناح نے لندن میں شیکسپیر تھیٹر کمپنی میں اسٹیج فنکار کی ملازمت کی تو ان کے والد نے انہیں خط لکھا "Do Not be a traitor of the family'' (خاندان سے غداری مت کرو) (شریف الدین پیرزادہ Some Aspects of Quaid-i-Azam's Life, Page 11)، اس خط کے بعد انہوں نے ملازمت ترک کردی۔ 1918ء میں قائداعظم کی شادی سر ڈنشا کی بیٹی رتی سے ہوئی، قائداعظم کی یہ شادی لو میرج تھی جو رتی کے والدین کی مرضی اور منشاء کے بغیر ہوئی (والپورٹ: جناح آف پاکستان صفحہ ۴۴)۔ قائداعظم نے مسلمانوں کی مخالفت کے باوجود اپنی ہمشیرہ فاطمہ جناح کو ممبئی کے مخلوط تعلیمی ادارے کانونیٹ میں داخل کرایا: [K.H. Khurshid: Memories of Jinnah, Page 7] قائداعظم تھری پیس سوٹ پہنتے، ٹائی لگاتے، روز شیو کرتے، سگار پیتے، اپنا سرمایہ بنک میں رکھتے، اس پر منافع لیتے اور سٹاک مارکیٹ میں سرمایہ کاری کرتے [Zaidi: Jinnah Papers, Vol, II, Page xiii]-

''مولوی'' محمد علی جناح کمال اتاترک کو آئیڈیلائز کرتے تھے جو مکمل طور پر سیکولر اور لبرل تھا، قائداعظم نے ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو پٹنہ میں اپنے خطاب میں کہا ''کاش میں مصطفیٰ کمال ہوتا'' (قائداعظم: تقاریر و بیانات، بزم اقبال، لاہور، صفحہ ۱۷۲)، کمال

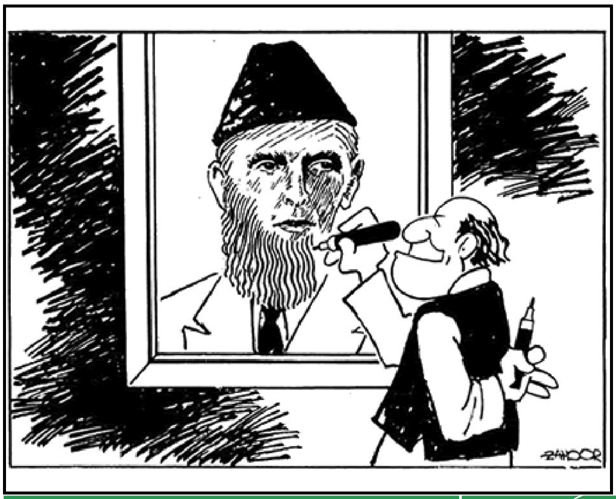

مولوی محمد علی جناح کے بھائی اور بھابی

اتاترک کے انتقال پر قائد اعظم نے مسلم لیگ کے حامیوں کو یوم افسوس منانے کی کال دی۔ ''مولوی'' جناح نے 7 فروری 1935ء کو سینٹرل لیجسلیٹو اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے کہا ''مذہب کو سیاست میں شامل نہیں کرنا چاہیے، مذہب کا معاملہ خدا اور انسان کے درمیان ہے'' [Jamil ud din : Q.A As seen by, his contemporaries Page 52] بعدازاں ''مولوی صاحب'' نے 5 فروری ۱۹۳۸ء کو علی گڑھ یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کے دوران کہا'' (مسلم لیگ) نے آپ کو مسلمانوں کے رجعت پسند عناصر سے آزادی دلادی ہے، اس نے آپ کو مولویوں اور مولاناؤں کے ناپسندیدہ عناصر سے بھی نجات دلا دی ہے'' (قائد اعظم : تقاریر وبیانات، بزم اقبال، لاہور، صفحہ 218)۔ بیورلے نکولس (Beverly Nichols) اپنی معروف تصنیف The verdict of India میں تحریر کرتے ہیں کہ جناح نے ان سے کہا کہ مسلمانوں کا مقدمہ پانچ جملوں میں بیان کیا جا سکتا ہے، مسلمان ایک قوم ہیں نمبرا، اپنی تاریخ کے لحاظ سے، نمبر۲، اپنے ہیروز کے مطابق، نمبر۳، اپنے آرٹ اور فن تعمیر کی روشنی میں، نمبر۴، موسیقی کے لحاظ سے، نمبر۵، قوانین کے مطابق جو ہندوؤں سے مختلف ہیں۔ مصنف نے سوال کیا کہ مذہب کے حوالے سے اختلاف کے بارے میں ان کی رائے کیا ہے؟ جناح نے جواب دیا۔ ''جزوی طور مگر مکمل طور پر نہیں'' [Munir From Jinnah to Zia: Page19]، ہندوستان کے مذہبی علماء کی اکثریت مسلم لیگ اور پاکستان کے خلاف تھی، جمعیت العلمائے ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی نے اکتوبر 1945ء میں انتخابات کے موقع پر ایک فتویٰ جاری کیا کہ مسلم لیگ میں شامل ہونا حرام ہے [Khalid Saeed, the Formative Phase, Pakistan Page 216]۔ مجلس احرار نے پاکستان کی سخت مخالفت کی، احرار کے لیڈر مولانا مظہر علی نے قائد اعظم کو اپنے ایک شعر میں ''کافر اعظم'' قرار دیا۔ [Saad Khairi, R, Jinnah Reinterpreted: Oxford Page 469] جماعت اسلامی نے بھی قیام پاکستان کی مخالفت کی، مولانا مودودی نے تحریر کیا کہ مسلم لیگ کے قائد اعظم سے لے کر ایک عام کارکن تک اسلام کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ''مسلمان'' کا مطلب اور اہمیت کیا ہے' (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش: ترجمان القرآن: پٹھانکوٹ، جلد سوم، صفحہ 70]

پاکستان کی پہلی کابینہ کا ایک وزیر بھی مذہبی رہنما نہ تھا'

''مولوی'' جناح نے مذہبی وزارت بھی قائم نہ کی' ان کے دونوں ملٹری سیکرٹری انگریز تھے جو ان کی وفات تک ان کے ساتھ کام کرتے رہے، انہوں نے بری، بحری اور فضائی افواج کے چیفس انگریز نامزد کیے۔ دوصوبوں کے گورنر بھی انگریز تھے جبکہ فوج اور سول سروس کے پانچ سو آفیسر انگریز تھے، ایک کرسچن دیوان بہادر ایس پی سنگھا 1946ء میں پنجاب اسمبلی کے سپیکر منتخب ہوئے، انہیں قیام پاکستان کے بعد اسی منصب پر فائز رکھا گیا۔ قائد اعظم پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کی بات کرتے تھے تو اُن کے ذہن میں قلعہ کا تصور یہ تھا'' پاکستان کا ایک اور بلند مقصد یہ ہے کہ یہ ایک ایسی بنیاد بنے گا جہاں پر ہم اس قابل ہوسکیں گے کہ مسلمان دانشوروں، تعلیمی، معاشی، ماہرین، سائنسدانوں، ڈاکٹرز، ٹیکنیکل ماہرین کو تربیت دے کر تیار کرسکیں جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کام کرسکیں، وہ مڈل ایسٹ اور دوسرے مسلم ملکوں میں پھیل جائیں گے تاکہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرسکیں اور اُن کو بیدار کرسکیں، مڈل ایسٹ کا علاقہ ایک مضبوط بلاک بن جائے گا، ایک تیسرا بلاک جو نہ کمیونسٹ ہوگا نہ سرمایہ دار نہ ہوگا بلکہ سوشلسٹ ہوگا''۔ (شریف المجاہد: قائد اعظم کے اقتباسات)۔

قائد اعظم نے 1947ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے لئے جو 24 سیاستدان نامزد کیے اُن میں ایک بھی مذہبی شخصیت شامل نہ تھی [Zaidi, Jinnah Papers Vol IV, P532]۔ قائد اعظم کے دورحکومت میں کابینہ کے اجلاسوں کا آغاز تلاوت سے نہیں کیا جاتا تھا، کابینہ کے فیصلے کے مطابق دفتروں کے سرکاری اوقات صبح دس بجے سے ساڑھے پانچ بجے سہ پہر مقرر کئے گئے اور نماز کے لئے کوئی دقفہ نہ رکھا گیا [Minutes of the

بیٹی، دینا، مولوی محمد علی جناح صاحب، اور بہن فاطمہ جناح

Cabinet Meeting Record Cabinet, August 194715 Copy No, Division P-13] 22 اگست 1947ء کو حکومت پاکستان نے جمعہ کو آدھی چھٹی قرار دیا۔ جنوری 1948ء میں گاندھی قتل ہوئے تو قائداعظم گورنر جنرل پاکستان نے گاندھی کے سوگ میں سرکاری تعطیل کا اعلان کر دیا [The Gazette of Pakistan extraordinary 31 Jan1948 No 59.] مولوی جناح نے گورنر جنرل کا منصب سنبھالنے کے بعد کسی مسجد یا مزار پر حاضری دینے کی بجائے ۱۷ اگست 1947ء کو کراچی کے Holly Trinity Church کا دورہ کر کے غیر مسلموں کو یہ یقین دلایا کہ وہ پاکستان کے برابر کے شہری تصور کئے جائیں گے۔

یہ تمام باتیں اپنی جگہ مگر نہ جانے کیا بات ہے کہ میں سنجیدگی سے سوچ رہا ہوں کہ قائداعظم کا پورٹریٹ تبدیل کر کے اس جگہ ''مولوی محمد علی جناح'' کا پورٹریٹ آویزاں کر لو، میری اس حرکت سے قائد کی روح یقیناً خوش ہوگی۔

نوٹ: (روزنامہ جنگ) ۲۳ مارچ کے موقع پر لکھے گئے اس کالم کی تیاری کے لئے قیوم نظامی کی کتاب ''قائداعظم بحیثیت گورنر جنرل'' سے مدد لی گئی ہے۔

## جماعتِ احمدیہ لاہور کا نظریہ اسلام

### ڈاکٹر زاہد عزیز

اس تقریر میں مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جماعتِ احمدیہ لاہور دینِ اسلام کو کس رنگ میں پیش کرتی ہے اور اس طرز پر کس طرح ہم غیر اسلامی دنیا میں اسلام کو پھیلا سکتے ہیں اور خود مسلمانوں کی بھی اصلاح کر کے انہیں اس دنیا میں ایک قابل قدر و قابل عزت قوم بنا سکتے ہیں۔ اور ان کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

زمانہ جدید میں سب سے بڑی غلط فہمی جو مسلمانوں میں عام طور پر اسلام کے متعلق پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس کو صرف ظاہری رنگ میں لیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نماز، روزہ وغیرہ کو صرف جسمانی طور پر ہی ادا کرنے سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب ملتا ہے اور اسی طرح مسلمان سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ظاہری قوانین اور اس کے ظاہری نظام کو اسلامی ممالک میں قائم کرنے سے سب مسائل حل ہو جائیں گے اور اسلام کو دنیا میں فتح ہی فتح حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر مسلمانوں کی مدد کرے گا۔ اسی لئے اسلامی ممالک میں اتنی تحریکات چل رہی ہیں کہ کسی طرح جبر و کراہ سے، سیاسی یا فوجی طاقت سے، اسلامی نظامِ حکومت قائم کیا جائے۔

مگر حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ، بانی تحریکِ احمدیہ نے اس بات پر زور دیا کہ دین کا تعلق تو انسان کی روح اور روحانی ترقی سے ہے، اور اسلام کے ارکان نماز و روزہ وغیرہ کا مقصد تو یہ ہے کہ ان کا اثر انسان کی دل اور روح پر ہو اور پھر وہ اثر انسان کے کردار اور اخلاق میں نظر آئے، اس لئے آپ کا زور مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی ترقی پر تھا، اور یہی کام ایک مسیح کا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کی توجہ ظاہری، بیرونی چمک دمک کی بجائے اندرونی پاکیزگی اور دل کی طہارت کی طرف دلائے۔

جس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب آئے، اس وقت روحانی حقائق، مثلاً خدا کی ہستی کا موجود ہونا، وحی کا آنا، دعا کی قبولیت، اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا ہونا، موت کے بعد کی زندگی، یہ سب محض سنی سنائی باتیں بن چکی تھیں۔ پرانی طرز کے مذہبی لوگ ان چیزوں کو جسمانی رنگ میں لے کر عجیب و غریب کہانیاں سُناتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک لکڑی کے تخت پر بیٹھا ہوا ہے، اسی طرح فرشتوں کے متعلق بے معنی قصے بنائے ہوئے تھے، اسی طرح وحی کے نزول کے متعلق اور اگلی دنیا کی چیزوں کے متعلق نہایت لغو باتیں بنا کر انہیں بطور دینی تعلیم پڑھاتے تھے۔

ان کے برعکس جو مسلمان جدید، Modern تعلیم حاصل کرتے تھے ان کا ایمان ان باتوں پر اٹھ ہی گیا کیونکہ یہ علم و عقل کے خلاف تھیں، اور اسی طرح مغربی دنیا میں بھی جب لوگوں نے سائنسی ایجادات کیں اور ان میں حیرت انگیز ترقی کی تو انہوں نے بھی یہ سمجھا کہ روحانی باتیں تصورات جہالت کے زمانے میں انسان

نے اپنی کم علمی از خود سے پیدا کی تھیں۔

ان حالات میں، جبکہ دین کی اصل حقیقت دنیا سے غائب ہوچکی تھی، حضرت مرزا صاحب نے ایک تو روحانی امور کی فلاسفی کو بیان کیا، اور پھر اسے اس طرح سے پیش کیا کہ علم اور عقل کی دنیا ان چیزوں کو قبول کرسکے۔ آپ نے بتایا کہ روحانی امور مادی یا جسمانی نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ حقیقی ہیں۔ سائنس کی دنیا صرف مادی چیزوں کی ہستی کو تسلیم کرتی ہے جنکو انسان اپنے ظاہری محسوس کرتا ہے یعنی آنکھوں سے دیکھتا، کانوں سے سنتا۔ آپ نے بتایا کہ انسان باطنی طور پر آنکھیں اور کان بھی رکھتا ہے جو انبیاواولیاء میں بہت قوی اور تیز ہوتے ہیں جن سے وہ روحانی دنیا کے نظارے دیکھتے اور وحی والہام پاتے ہیں۔ آپنے یہ نظریہ اپنی کتابوں میں نہایت سائنسی طریقہ سے پیش کیا ہے۔ نظریہ پیش کرنے کے علاوہ حضرت مرزا صاحب نے دنیا کے آگے ان معاملات میں اپنا ذاتی تجربہ بھی پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کلام کرتا ہے، مجھے آئندہ کے واقعات کی اطلاع دیتا ہے، میری دعائیں قبول ہوتی ہیں، میرے ذریعہ خدا کے نشان دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس طرح آپ نے ثابت کیا کہ یہ روحانی امور صرف باتیں ہی باتیں نہیں ہیں بلکہ ایسی حقیقت ہیں جسکا اس زمانہ میں بھی لوگ مشاہدہ کرسکتے ہیں۔

لہٰذا اس مادی دنیا میں حضرت مرزا صاحب نے روحانی امور کے متعلق اپنی فلاسفی اور اپنے ذاتی تجربہ کو پیش کرکے ہمیں ایک بہت بڑا ہتھیار دیا ہے جس سے Modern دنیا کو فتح کیا جاسکتا ہے۔ تو یہ اس جماعت کی بہت بڑی خصوصیت ہے کہ یہ اسلام کی روحانی تعلیم کو دنیا کے آگے پیش کرتی ہے ان کی سچائی کو ثابت کرتی ہے جبکہ مسلمانوں کی دیگر تنظیمیں اور تحریکیں، سیاسی اور دنیاوی طاقت حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں کیونکہ ان کا بھروسہ صرف مادی قوت پر ہے پھر حضرت مرزا صاحب نے اسلام کو ایک امن پسند مذہب کے طور پر پیش کیا جس کے پیرو دوسرے مذاہب کے لوگوں کے حقوق کو قبول کرتے ہیں اور ان کے ساتھ امن وچین سے رہ سکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں جہاد کا ایک غلط اور خلافِ اسلام مفہوم پھیلا ہوا تھا کہ مسلمانوں کو ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہوکر تو دنیا کے ملکوں کو فتح کرکے ان پر اپنی حکومت قائم کرنی چاہئے۔ مسلمانوں کے ایسے عقائد کی وجہ سے عام دنیا میں یہ تاثر تھا کہ اسلام زور وجبر سے پھیلا ہے اور اس کی تعلیمات کو لوگوں نے اپنی مرضی سے، اپنی عقل سے کام لے کر قبول نہیں کیا۔ اور نہ ہی اس کی تعلیمات میں کوئی ایسی خوبی ہے جو انسان کے دل کو پسند آئے حضرت مرزا صاحب نے ان غلط عقائد کی پرزور تردید کی اور ثابت کیا کہ اسلام تو صرف اس صورت میں مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت دیتا ہے اگر دشمن ان پر پہلے حملہ آور ہو، اور رسولِ کریم صلعم کی جنگیں عین اسی نوعیت کی تھیں، یعنی دفاع سلطنت کے لئے نہ کہ اشاعت اسلام یا مسلمانوں کی حکومت کو غیر مسلموں پر مسلط کرنے کے لئے۔ اسی تعلق میں آپ نے اسلام کی یہ تعلیم بھی پرزور طریق پیش کی کہ ہرانسان کو یہ آزادی اور اختیار حاصل ہے کہ جو دین ومذہب وہ پسند کرے اسے قبول کرے۔ مسلمان علماء نے ایک نہایت ہی غلط خیال پھیلایا ہوا تھا کہ اگر ایک مسلمان اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار کرلے تو ایک اسلامی حکومت کے تحت اس کی سزا موت ہے۔ آج بھی بعض مسلمان ملکوں کے قوانین میں یہ سزا موجود ہے۔ جماعتِ احمدیہ نے اس نہایت غلط خیال کی پُرزور تردید کی ہے، اور قرآنِ کریم اور رسول اللہ صلعم کی زندگی کے واقعات سے ثابت کیا ہے کہ یہ ''قتل مرتد'' کا مسئلہ بالکل غلط ہے، اور کوئی مسلمان جو اپنا مذہب تبدیل کرلے اسکو آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی سزا دے سکتا ہے مگر اس دنیا میں کسی کو قطعاً حق نہیں کہ اسے کسی قسم کی سزا دے۔ اسی طرح ہی ایک ''توہینِ رسول'' کا مسئلہ گذشتہ چند سالوں میں منظر عام پر آیا ہے کہ اکثر مسلمان علماء کے مطابق جو شخص توہینِ رسول یا رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخی کرے تو اس کی سزا موت ہے۔ مگر رسولِ کریم کی زندگی میں آپ کے مخالفین نے آپ کی سخت سے سخت توہین کی، مگر آپ نے صبر کا اعلیٰ سے اعلیٰ نمونہ پیش کیا، اور قرآنِ کریم نے مسلمانوں کو بھی یہ ہدایت کی کہ تھی بہت تکلیف دہ باتیں سننی پڑیں گی مگر تم ان پر صبر کرو۔ علماء کی اس قسم کی

مولوی محمد علی جناح صاحب

غلط تعلیمات سے ساری دنیا میں اسلام ایک جبر اور تشدد کا مذہب سمجھا گیا ہے، اور احمدیت نے ان باتوں کو اسلام کی اصل تعلیمات کے خلاف ثابت کر کے اسلام کو امن کے مذہب کے طور پر پیش کیا ہے، جو کہ اپنی خوبیوں سے، اور عقلی دلائل سے لوگوں کے دلوں اور دماغوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے یہ بھانپ لیا کہ اس زمانہ میں وہی مذہب اور عقائد اور تعلیمات کامیاب ہوسکتے ہیں جو انسان کی عقل اور فطرت کو اپیل کریں۔ اور آپ نے ثابت کیا کہ اسلام عین ایسا ہی مذہب ہے۔

علماء کے غلط تصور جہاد کے مطابق تو مسلمانوں کے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ کسی غیر اسلامی حکومت کے تحت زندگی بسر کریں، کیونکہ ان پر تو حکومت کے خلاف جہاد کرنا یا اس ملک سے ہجرت کر جانا واجب ہوتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے بتایا کہ جہاں مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی ہے وہاں ان پر لازم ہے کہ وہ اس حکومت کے امن پسند اور تابع قانون شہری بن کر رہیں، چاہے وہ کسی مذہب کی یا کوئی لا مذہبی حکومت ہو۔ جو لاکھوں مسلمان آج مغربی دنیا میں بس رہے ہیں وہ حضرت مرزا صاحب کے نظریہ کے مطابق ہی وہاں رہ سکتے ہیں، نہ کہ مولویوں کے نظریات کے تحت۔

حضرت مرزا صاحب نے نہ صرف جہاد کا غلط مفہوم دور کیا، بلکہ اس کا درست مفہوم زور وشور سے پیش کیا اور ایک ایسی جماعت بنائی جس نے اس جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔

دینا بیٹی فیشن ایبل سکرٹ پہنے اور مولوی محمد علی جناح صاحب اپنے کتوں کے ساتھ

آپ نے بتایا کہ ایک جہاد تو اپنے نفس کے خلاف ہوتا ہے کہ انسان اپنی برائیوں اور کمزوریوں کے خلاف جدوجہد کر کے انہیں شکست دے اور اپنے آپ میں بلند اخلاق قائم کر کے ایک اونچے روحانی مقام پر پہنچے۔ لہٰذا حضرت مرزا صاحب کے پیرووں میں بہت سے ایسے مرد اور عورتیں گذرے جن کی نیکی اور راست بازی اور اللہ تعالیٰ سے قرب اس بلند درجہ کے تھے کہ دوست، دشمن سب اس کے قائل تھے۔ اور ان کی قبولیت دعا کو سب تسلیم کرتے تھے، ہماری جماعت کا بہت بڑا امتیاز تھا کہ اس میں اتنے اولیاء اللہ موجود تھے۔

دوسری قسم کا جہاد جس کی طرف آپ نے توجہ دلائی۔ وہ اشاعتِ اسلام کا جہاد ہے کہ اپنا وقت، بلکہ اپنی زندگی، اور اپنا مال اسلام کو دنیا میں پہنچانے کے کام میں قربان کر دیئے جائیں۔ اور حقیقی جہاد یہی ہے، کیونکہ جنگ والا جہاد تو صرف خاص حالات میں پیش آتا ہے، اور پھر ہر مسلمان کو تو جنگ والے جہاد میں شرکت کا موقعہ نہیں ملتا۔ مگر اشاعتِ اسلام کے جہاد میں ہر مسلمان، ہر وقت حصہ لے سکتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ میں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اشاعتِ اسلام کے کام کو کامیابی نصیب ہوسکتی ہے کیونکہ وہ غیر مذاہب اور Modern سائنس سے مکمل شکست کھا چکے تھے۔ تو حضرت مرزا صاحب نے ایسے ناموافق حالات میں ایک جماعت قائم کی جس کے دلوں میں اسلام کی سچائی پر ایسا پرزور ایمان پیدا کیا کہ انہیں یقین ہوگیا کہ اشاعتِ اسلام کا جہاد ضرور کامیاب ہوگا، اور اس جماعت کے افراد نے اپنی جانوں اور مالوں سے اس جہاد میں حصہ لیا۔ اب موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کی کئی تنظیمیں اور تحریکات بن گئی ہیں جو اسلام پر کتابیں شائع کرتے، لیکچر دیتے، اور غیر مسلمانوں تک اسلام کی تعلیمات پہنچاتے ہیں۔ مگر وہ اس کام کو اس طرح کا جہادِ کبیر سمجھ کر نہیں کر رہے جیسا کہ یہ جماعت سمجھتی ہے، اور جہاد سمجھنے کی وجہ سے یہ جماعت چھوٹی ہونے کے باوجود اور وسائل کی کمی کے باوجود دوسروں سے بہت زیادہ قربانی کرتی ہے اور بہت بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرسکتی ہے جو دوسرے نہیں کر سکتے۔ اور پھر اس جماعت کو اپنی کامیابی پر اور اسلام کے غلبہ پر پکا یقین ہے جو دوسروں کو نہیں ہوسکتا۔

ایک اور بہت بڑا ہتھیار جو حضرت مرزا صاحب نے اشاعت اسلام کے لئے ہمیں دیا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو ایک بین الاقوامی رنگ میں پیش کیا جائے ہمارا وہ زمانہ ہے جبکہ دنیا میں مختلف قوموں اور مذہبوں کے لوگوں کے تعلقات آپس میں بہت بڑھ گئے ہیں، اس لئے اس زمانہ کے لئے وہ مذہب سب سے زیادہ موزوں ہے جو مختلف قوموں میں سب سے زیادہ انصاف کی تعلیم دے۔ اس سلسلہ میں حضرت مرزا صاحب نے اسلام میں اللہ کی صفت رب

العالمین کو پُرزور اور بھرپور طریق سے پیش کیا کہ وہ تمام قوموں کا رب، پالنے والا، اور ان کے لئے مادی اور روحانی ترقی کے ذرائع پیدا کرنے والا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کو جسمانی وسائل رزق بھی دیئے اور تمام قوموں میں اپنے انبیاء اور کتب بھیجیں اور کسی کو بھی اپنی ہدایت کی نعمت کے بغیر نہ چھوڑا۔ اسلام ہی ایک مذہب ہے جس کے پیرو کیلئے تمام قوموں میں انبیاء کا آنا ماننا اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مسلمانوں نے اس اصول کو بنی اسرائیل کے انبیاء اور چند ایک اور انبیاء تک محدود کیا ہوا تھا، مگر حضرت مرزا صاحب نے بتایا کہ اسے محدود کرنا درست نہیں ہے، اور تمام قوموں میں، مثلاً ہندوؤں میں، چینیوں میں، جاپانیوں میں، جو پرانے مذاہب کے بزرگ اور بانی مانے جاتے ہیں وہ سب انبیاء ہی تھے جنکو ماننا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔

ایک اور بہت اہم اصول جو مسلمان بھول چکے تھے اس کو حضرت مرزا صاحب نے زندہ کر کے ہمیں اسلام کی تعلیمات کی درست تشریح کرنے کا ایک زبردست طریقہ سکھایا۔ جس کے استعمال سے بہت بڑی بڑی غلطیاں دور ہوتی ہیں۔ وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو دیگر تمام کتبِ اسلام پر فوقیت دی جائے، اور سب سے پہلے کسی معاملہ میں یہ دیکھا جائے کہ قرآنِ کریم میں اس کے متعلق کیا کہا گیا ہے۔ اس کے بعد احادیث کا مقام آتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد علماءِ دین کی فقہ اور تفاسیروں میں کوئی بات ہے جو اس کے مطابق نہیں، تو ہم قرآن کی بات کو مان کر احادیث یا تفسیروں کی بات کا وہ معنی کریں گے جو قرآن کے مطابق ہو۔ اس طور سے حضرت مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کی وفات کو ثابت کیا۔ علماء نے احادیث میں یہ دیکھ کر کہ مسیح ابن مریم کے نازل ہونے کا ذکر ہے، قرآنِ کریم کی واضح تعلیم کو نظرانداز کر دیا کہ حضرت عیسیٰ بھی اور تمام انبیاء بھی فوت ہو چکے ہیں، اور یہ عقیدہ بنا لیا کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اپنے پاس جسمانی طور پر اٹھا لیا۔ اور وہ قیامت کے نزدیک وہاں سے زمین پر نازل ہونگے اور دوسری دفعہ دنیا میں آئیں گے۔ یہ عقیدہ تقریباً تمام مسلمانوں میں رائج تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو علم دیا کہ یہ درست نہیں اور حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں، تو پھر آپ نے اس مسئلہ کا ایسا حل دنیا کے سامنے پیش کیا کہ سب سے مقدم وہ بات رکھی جو قرآن سے ثابت تھی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی واپسی کئی پہلوؤں سے قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اب اس حقیقت کی روشنی میں آپ نے ان احادیث کی تشریح کی جنکے مطابق مسیح ابن مریم نے مسلمانوں میں نازل ہونا تھا۔ اور وہ تشریح یہ تھی کہ مسیح ابن مریم کے نازل ہونے سے مراد کسی مسلمانوں کے مجدد کا آنا ہے جس کو اس کے حالات اور اس کے کاموں میں حضرت عیسیٰ سے مشابہت ہوگی۔ ہمارے علماء اِس کے الٹ یہ تشریح کرتے تھے کہ احادیث کو اصلی رنگ میں لے کر قرآن کریم کو اس کے مطابق ڈھالتے تھے۔

یہ مسئلہ حل کر کے تو حضرت مرزا صاحب نے ہمارے ہاتھ میں اشاعت و دفاعِ اسلام کے لئے ایسا زبردست ہتھیار دیا ہے جس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ نہ صرف عیسائیت کے بنیادی عقیدہ، کہ حضرت عیسیٰ انسان نہیں بلکہ خدا ہیں، کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ قرآن سے حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرنے سے جماعتِ احمدیہ نے کڑوروں مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں کے پنجوں سے بچا لیا۔

اسی طرح اور بھی کئی غلط معتقدات تھے جو مسلمانوں میں پیدا ہو گئے تھے، مثلاً یہ کہ جو مسلمان اسلام کو چھوڑ دے اسکی سزا موت ہے، جن کی وجہ یہ تھی کہ قرآنِ کریم کو مقدم رکھنے کی بجائے، بعض روایات کو اور فقہ کی کتابوں کو قرآنِ کریم پر مقدم کیا گیا۔ حضرت مرزا صاحب اور آپ کے پیرووں نے قرآنِ کریم کے ذریعے ان باتوں کو درست کیا۔

پھر مسلمان علماء نے پرانے قصہ، کہانیوں کی کتابوں کو، اور کئی ہزار سال پرانے علم و سائنس کے نظریات کو، قرآنِ کریم کی تفسیروں میں داخل کیا ہوا تھا، اور ان باتوں کو قرآنِ کریم کے معنی سمجھ کر پڑھا، پڑھایا جاتا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے بتلایا کہ قرآن کریم ایک زندہ کتاب ہے، اس کے معنی وہی نہیں جو آج سے کئی سو سال پہلے لکھے جا چکے تھے، بلکہ موجودہ علم کی روشنی میں قرآنِ کریم کو پڑھنا چاہئے اور اسمیں سے ہر نئے دور کے سوالات کے جواب نکلیں گے اور اس میں سے نیا علم نکلتا رہے گا۔ اسطرح ہی لوگوں نے قرآن کریم کی تفسیر میں جو جن، پریو، کے قصے ڈالے ہوئے تھے اور نہایت عجیب وغریب کہانیاں ڈالی ہوئے تھیں۔ وہ تمام غلط اور بے بنیاد بے معنی باتوں کو جماعتِ احمدیہ نے اپنی تفسیروں میں جگہ نہ دی۔

پھر حضرت مرزا صاحب نے ہی یہ تجویز پیش کی کہ قرآن کریم کا ترجمہ انگریزی زبان میں مغربی ممالک کے آگے رکھنا چاہیئے۔ مسلمان علماء قرآن کریم کا کسی بھی زبان میں ترجمہ کرنے کو گناہ

اورنا جائز سمجھتے تھے۔ جماعت احمدیہ کا انگریزی ترجمہ جب پہلی مرتبہ 1917 میں نکلا تو علمائے وقت نے ہی اعتراض کیا۔ آج سے اڑھائی سوسال پہلے ہندوستان میں قرآن کریم کا ترجمہ پہلی مرتبہ نکلا جوکہ فارسی زبان میں شاہ ولی اللہ صاحب نے کیا تھا۔ تو علمائے وقت نے صاف صاف کہا کہ لوگ تو اب خود قرآنِ کریم پڑھ سکیں گے اور اس طرح ہماری اہمیت کم ہو جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب کو قتل کرنے کی کوشش کی کہ انہوں نے کیوں قرآنِ کریم کا ترجمہ کیا ہے!

ہمارا انگریزی ترجمہ نکلنے کے بعد ایک انگریز مسلمان Pickthall نے بھی انگریزی ترجمہ کیا جو صرف ترجمہ بغیر نوٹس کے ہے۔ اسنے ترجمہ شائع کرنے سے پہلے مصر کے علماء سے فتویٰ لیا کہ قرآنِ کریم کا ترجمہ کرنا اسلام میں جائز ہے۔ اور آپ اب جو دیکھتے ہیں کہ دوسرے مسلمانوں نے بھی قرآنِ کریم کے تراجم کئے ہیں، یہ دراصل ہمارے انگریزی ترجمہ کی وجہ سے ان میں بھی یہ کام کرنے کا شوق اٹھا۔

اِس طرح درحقیقت قرآن کریم اور اس کی تفسیر کو دنیا کی اور زبانوں میں ترجمہ کرکے شائع کرنا، یہ کام کرنا بھی جماعتِ احمدیہ لاہور کا ہی امتیازی نشان ہے۔

اس تقریر میں میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ نے ہمیں کس قدر زبردست ہتھیار دیئے ہیں جن سے ہم اس زمانہ میں دنیا کو اسلام کے لئے فتح کر سکتے ہیں۔ مگر یہ تبھی ممکن ہے اگر ہم اس راہ میں ہر طرح کی قربانی کرنے کو تیار ہوں۔ اور اپنا کردار علم اور اپنے اعمال اور اخلاق ویسے بنائیں جیسے ہمارے بزرگوں کے تھے، تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرنے پر راضی ہو۔ آمین

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام (لاہور) یو کے
15 Stanley Ave,Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk
ای میل: aaiiLahore@gmail.com

# جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ: ’’اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا‘‘، ’’جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔‘‘، ’’میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی۔‘‘

۳۔ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوگا۔

۴۔ آنحضرت ﷺ کے بعد مجدد دین آئیں گے۔ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ ان سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء۔

۵۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہل سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہل تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶۔ ہر اس شخص کو جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رسولُ اللّٰهُ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے۔ خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدد و مسیح موعود و مہدی ہونے کا تھا نبی ہونے کا ہرگز نہیں تھا۔ ان کے اپنے الفاظ ہیں: ’’اور ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔‘‘

اِن عقائد رکھنے والی جماعت کو کافر کہنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟